هٰذا بیان للناس وهدی وموعظة للمتقین

اشاعت نمبر ۱

اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان

اثرِ خامہ

حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ

پبلشر:

الہلال بک ایجنسی

فاروق گنج بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

[illegible] کی کتب، قرآن شریف معرّا و مترجم اور مطبوعات مصر، بیروت اور مشہور [illegible]

سنہ ۱۹۳۵ء مطابق سنہ ۱۳۵۴ھ

طبع ثانی

قیمت ۸/

یک ہزار
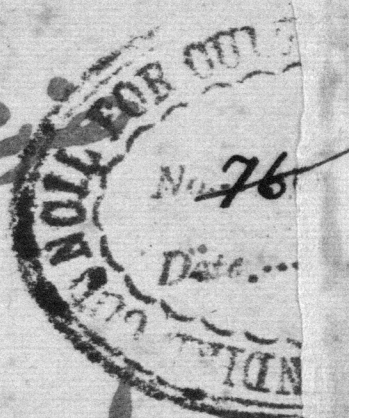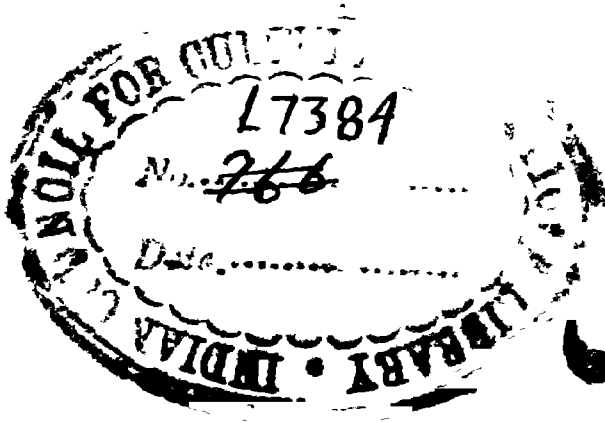
فہرسِ مضامین

اَلفُرقان بَین اَولیاءُ اللہ و اَولیاءُ الشّیطان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

عشق است و صد امید نظیری گناہ نیست
با او بگوئی یک سخن از آرزوئے خویش

الحمد للہ وحدہٗ - آج سے تین ماہ پیشتر ہمارے دماغ نے اشاعت علوم اسلامیہ کا ایک خواب دیکھا تھا - ان تین مہینوں کے لیل و نہار یکسر اس خواب کی تعبیر کے شوق و محویت میں گزارے - مختلف نقشے تیار کئے گئے، مختلف خاکے مرتب ہوئے، مختلف تجاویز ذہن میں آئیں اور مختلف مناظر نے توجہ کا دامن اپنی طرف کھینچا - آخر ایک خاص سعی و کوشش ایک خاص جد و جہد، ایک خاص محنت و مشقت اور ایک خاص عرق ریزی و جاں فشانی کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی رفاقت و سازگاری سے آج اس خواب کی تعبیر کی پہلی قسط پیش نظر ہے، هٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ، قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا، (۱۲ : ۱۰۰)

یہ نہایت مسرت کا مقام ہے کہ ہمارے اس مبارک سلسلہ کی ابتدا اُس مبارک وجود کی ایک نہایت اہم اور ضروری تحریر سے ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اِس عہد کی فاتحیت و مجددیت کی خلعتِ خاص سے سرفرازی اور سربلندی بخشی جو اِس دَورِ تاریک اور اِس عصرِ تیرہ میں سب سے پہلے مشکوٰۃِ نبوت کا نور ہاتھ میں لیکر گم کردہ راہ

پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن فصول وعناوین کے اضافہ کے ساتھ قارئینِ کرام کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔

عبدالعزیز آفندی
۲۴۔ ستمبر ۱۹۳۴ء

قائم رہا (یا اس سے کچھ کم) لیکن اس قلیل اور مجبوریوں سے بھری ہوئی مدت میں دعوۃ اپنا ابتدائی کام پورا کر گئی۔ یعنی وہ جو کتاب و سنت سے بُعد و ہجر، علوم حقہ سے تنفر وگریز اور پابندیٔ اسلام سے تمرد و سرکشی کی حالت تھی، وہ نہ محض رفع ہو گئی، بلکہ اس کے ساتھ دلوں میں ایک دینی تڑپ پیدا ہو گئی، جس نے ہزاروں لوگوں کو بیتابانہ مذہب کے مطالعہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ ایک وقت تھا کہ لوگ آیت و حدیث کو اعلانیہ زبان سے ادا کرتے ہوئے شرماتے تھے، لیکن اس ڈھائی سالہ دَور کے بعد لاکھوں مسلمان ایسے نظر آئے جو ہر فعل اور ہر حرکت کے لئے کتاب و سنت کے حوالے مانگنے اور دینے لگے۔ پس اگر آج مسلمانانِ ہند کے قلوب اسلام کی حرارت سے بہرہ مند ہیں تو درحقیقت یہ اُنہی چنگاریوں کی برکت ہے جو ڈھائی سال تک الہلال کے صفحات پر آتی رہیں، اور اگر آج وہ اپنے اللہ اور رسولؐ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر مقابلے کے لئے مضطرب ہیں، تو یہ اسی مرشدِ حق کی سعی و کوشش کا ثمرہ ہے، جس نے رنج و راحت، صحت و مرض، سفر و حضر، قید و آزادی، ہر حالت میں اس حبلِ متین کے تمسک و اعتصام کی دعوت دی اور اپنے ایک ایک عمل سے اس کے تمسک و اعتصام کا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔

لیکن ہم حضرت مولانا کی سرگزشتِ حیات یا الہلال کی تاریخ لکھنے کے لئے نہیں بیٹھے، مندرجہ صدر سطور تو بے اختیار زبانِ قلم پر جاری ہو گئیں جبکہ ہم نے اشاعتِ علومِ اسلامیہ کے متعلق اپنی ناچیز سعی و کوشش کے پہلے ثمرے کو قارئینِ کرام کے سامنے پیش کرنا چاہا۔

فہرست کے مقدمہ میں عرض کیا گیا تھا کہ ہم سب سے پہلے حضرت مولانا ابوالکلام کی تمام تصانیف اور الہلال و البلاغ کے بعض اہم اور حقیقت فرما مضامین کو شائع کریں گے۔ چنانچہ یہ کتاب الہلال ہی کے گلزار سے چنے ہوئے

لوگوں کی رہنمائی کے لئے اُٹھا اور جس کی پاک زبان پر اس زمانے میں سب سے پہلے حق و صداقت کے کلماتِ طیبہ جاری ہوئے۔

ہندوستان میں اسلام کی سیاسی قوت کے زوال کے ساتھ ہی مسلمانوں میں جو تمدنی، اخلاقی، مذہبی اور علمی پستی اور تنزل رونما ہو گیا تھا، وہ بدرجۂ غایت یاس انگیز تھا۔ اس یاس انگیز حالت کے ملاحظہ کے بعد کون یہ کہہ سکتا تھا کہ مسلمان پھر اُٹھیں گے، پھر اُبھریں گے، پھر رفعت و بلندی کے آرزومند ہونگے، ان میں پھر قومیت کی سچی روح سرایت کریگی، ان میں پھر مذہب کی حقیقی تڑپ پیدا ہوگی یعنی وہ پھر صحیح معنوں میں مسلمان بننے کے لئے مضطرب و بیتاب ہونگے؟ اس افسوسناک حالت میں بعض غلط رَو اور غلط اندیش رہنماؤں نے اور اضافہ کر دیا اور مسلمان اُن کی پیروی میں مزید سُرعت و تیز گامی کے ساتھ تنزل کی منزلیں طے کرنے لگے۔ سخت افسوس یہ کہ یہ سُرعت و تیز گامی ترقی کی تمنا، ترقی کی آرزو اور ترقی کی خاطر سعی و جہد کی صورت میں پیدا ہوئی۔ یعنی وہ سمجھتے یہ رہے کہ ہم ترقی کے لئے کوشاں ہیں، لیکن درحقیقت وہ تنزل تھا۔

جب حالت انتہا سے زیادہ مایوس کُن ہو گئی، کتاب و سُنت کا رشتہ ہاتھ سے جاتا رہا بلکہ زبانوں کو قرآن و حدیث کے پاک کلمات سے ننگ و عار آنے لگی، عقاید میں ایک عظیم فساد رونما ہو گیا، اعمال کا جذبہ دل سے نکل گیا تو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اُس وجودِ مبارک، اس مجسمۂ صداقت، اس پیکرِ حق اور اس مجددِ عصر کو اپنے دین کے احیاء کی خاطر کھڑا کیا جسے دُنیا امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؔ کے نام سے تعبیر کرتی ہے۔ **الھلال** جاری ہوا اور اس ملک میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد غالباً سب سے پہلی مرتبہ دعوتِ اسلام کا صحیح، سچا اور از سرتا پا مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ سلسلہ شروع کیا گیا جو مسلسل ڈھائی سال تک

اَولیاء اللہ واَولیاء الشّیطان

دُنیا کے دو متضاد گروہ

قرآن حکیم کے تدبّر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق و باطل، ایمان و کفر، نُور و ظلمت، تعلّقِ علوی و رشتۂ سفلی اور اعمالِ صالح و کاروبارِ مفسدہ و سیئہ کے اختلاف کے اعتبار سے دو بالکل متضاد اور باہمدگر مخالف گروہ دُنیا میں ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں، اور جب کبھی حق و باطل کا معرکہ گرم ہوتا ہے تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم نے مختلف ناموں سے ان دونو جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور جا بجا ان کے آثار و علائم اور خواص و اعمال کی تشریح کی ہے۔

پھولوں کا ایک نہایت پیارا اور دلکش گلدستہ ہے۔

آج جبکہ الھلال والبلاغ کا ایک پرچہ بھی فراہم کرنا دشوار ہے، ان رسالوں کے اہم مضامین کو کتابی صورت میں مناسب ترتیب اور ضروری اہتمام کے ساتھ شائع کرنا ادب، سیاست اور مذہب کی بہت بڑی خدمت ہے۔ ہمارے بعض دوسرے بھائیوں نے بھی اس قسم کی مساعی جمیلہ کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ ہماری ناچیز کوشش کو سب سے علیحدہ، نمایاں اور ممتاز پائیں گے۔

نفسِ مضمون کے متعلق ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے، اس لئے کہ یہ حضرت مولینا کے خامۂ گوہربار کی تراوش کا نتیجہ ہے، جس کے ہر حیثیت سے فائدہ رساں اور منفعت بخش ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا، اور وقت کی ضروریات نے اس کی اہمیت میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔

اس بازارِ سود و زیاں میں جہاں ہر کھری کھوٹی جنس کے گاہک موجود ہیں ہم بھی ایک متاعِ ناچیز لے کر آئے ہیں۔ ظاہری آرائش و پیمائش اور نمائشی زیب و زینت کا کوئی سامان ساتھ نہیں، نہ اس کی ضرورت ہے، کیونکہ اصل کام خدمت و ملازمتِ حق ہے نہ کہ تجارت و سوداگری۔ البتہ یہ ایک ناگزیر وسیلہ تھا جسے اختیار کئے بغیر چارہ نظر نہ آیا۔ نفع و ضرر اور سود و زیاں کی الجھنوں سے دل پاک ہے، ایک آرزو ہے کہ گاہک ملیں اور دیکھنے والوں کی طرح جنس کو دیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کے لطف و نوازش کی رفاقت و سازگاری سے یہ آرزو پوری ہوگئی، تو سمجھ لیجئے کہ ہماری تمام محنتوں اور عرق ریزیوں کا بڑے سے بڑا ثمرہ مل گیا۔

خاکسار

عبدالعزیز افندی

۱۹۲۲ء پہلا ایڈیشن
۲۴۔ستمبر ۱۹۳۴ء دوسرا ایڈیشن

سورۂ جاثیہ میں "متقین" کا لقب عطا فرمایا :

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۔ (۴۵ / ۱۹)	اللہ متقی انسانوں کا ولی ہے

سورۂ اعراف میں "صالحین" کے لقب سے خطاب کیا :

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔ (۷ : ۱۹۵)	اللہ صالح انسانوں کا دوست ہے ۔

شناخت

سورۂ جمعہ میں اس گروہ کے لئے ایک آزمائش بتلائی ، جس میں پڑ کر معلوم ہو جائے گا کہ کون اولیاء اللہ میں سے ہے اور کون اولیاء الشیطان میں سے ؟ فرمایا :

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (۶۲ : ۶)	اے پیغمبر ! یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ تمام بندوں میں سے صرف تم ہی اللہ کے ولی اور دوست ہو تو اس کی آزمائش یہ ہے کہ خدا کی راہ میں موت کی آرزو کرو ۔ اگر تم سچے ہو گے تو ضرور ایسا ہی کرو گے ۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں جان دینے اور اس کی لذتوں سے دستبردار ہو جانے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہوئے اس طرح دوڑتے ہیں ، گویا بھوکوں کو غذا کی اور پیاسوں کو پانی کی پکار سنائی دی ۔ پر جو جھوٹے ہیں اور اللہ کی ولایت سے محروم ، وہ انکار کر دیتے ہیں ، اور یہ ان کے جھوٹے ہونے کی مُہر ہے جو خود انہوں نے اپنے اوپر لگا دی :-

فصل ۱

اولیاء اللہ کا بیان

تعریف

قرآن حکیم نے ۳۲ سے زیادہ مقامات میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے، جس نے اپنے دلوں کو حق کے قبول کے لئے مستعد کر لیا ہے اور جو اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے اللہ اور اس کی صداقت کو چاہنے والی اور پیار کرنے والی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنا دوست اور ساتھی بنا لیا ہے۔

القاب

اس جماعت کو "اولیاء اللہ" کے لقب سے پکارا گیا ہے، یعنی وہ خدا کے دوست ہیں اور اُس کے چاہنے والوں کے گروہ میں داخل ہیں۔

چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (۲ : ۲۵۷)	اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے وہ اُنہیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں "مومن" کے لقب سے یاد فرمایا:

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (۳ : ۶۸)	اور اللہ مومنوں کا ولی یعنی "دوست" ہے۔

تَعْمَلُوْنَ ۔ (٦٢ : ٨)

جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے ۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سورۂ یونس میں ان کی ایک بہت بڑی علامت یہ بتلائی کہ اُن کے لئے خوف اور غم نہ تو دُنیا میں ہوتا ہے اور نہ آخرت میں :

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ، لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

(١٠ : ٦٢ تا ٦٤)

یاد رکھو کہ "اولیاء اللہ" پر نہ تو کسی طرح کا ڈر اور خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے کہ اللہ پر سچی رُوحوں کی طرح ایمان لائے اور اپنے اعمال میں اس کا خوف پیدا کیا پس ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی ۔ یہ اللہ کا قانون ہے اور اللہ کے کلمات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوتی ۔ انسان کے لئے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۔

دارالسلام

سورۂ انعام میں اُن ارباب حق کا ذکر کیا جن کے دلوں کو خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے :

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۔ (٦ : ١٢٥)

جو شخص ارادہ کرے کہ اللہ اُسے ہدایت دیدے پس اس کا سینہ اسلام کیلئے کھولدیا جاتا ہے ۔

اور جو ان لوگوں کے مقابلے میں ہیں جن کے دل فشارِ کفر و ضلالت سے اس قدر تنگ ہوگئے ہیں کہ اب ان کا انشراحِ روحانی نہیں ہوسکتا :

وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۔

(۶۲ : ۷)

اور یہ اللہ اور اُسکی صداقت کی دوستی کا جھوٹا دم بھرنے والے کبھی بھی موت کی تمنا کرنے والے نہیں، کیونکہ اُنھوں نے ایسے کام کئے ہیں جو اُنہیں موت کے تصور سے ڈراتے ہیں اور زندگی کی مہلت کو غنیمت سمجھے ہوئے ہیں۔

کذب و صداقت کی کسوٹی

موت کی تمنا سے مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی موت کو پکارے اور اس کے لئے التجا کرے۔ اللہ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لئے ایک کسوٹی دے دے۔ پس فرمایا کہ اگر خدا کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو۔ یعنی اُس کے لئے اور اُس کے کلمۂ حق کے لئے ایسے کاموں میں پڑو، جن میں جان دینے، اپنا خون بہانے، اپنے جسم کو طرح طرح کی مُہلک مشقتوں میں ڈالنے اور زندگی کے عیش و نشاط سے محروم ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد پھر خود ہی فیصلہ کیا کہ یہ کام اولیاء اللہ کا ہے، اولیاء الشیطان کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ موت کے نام سے ڈرتے اور کانپتے ہیں اور زندگی کے عشق میں پاگل ہوگئے ہیں:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ

اُن سے کہہ دو کہ اے نفس پرستو! جس موت سے کہ تم اس قدر بھاگتے ہو، وہ کچھ تمہیں چھوڑ نہ دیگی، ایک دن ضرور ہی آئیگی، پھر تم اُسی خدا کی طرف لوٹائے

ہیں کہ:

نَحْنُ اَوْلِيَآءُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۗ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

(۴۱ : ۳۱ تا ۳۳)

ہم تمہارے مددگار ہیں دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہیں اس حیاتِ بہشتی میں ہر طرح کا اختیار اور حکم بخش دیا گیا ہے جس چیز کو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے مہیا ہے اور جو نعمت اللہ سے مانگو گے تمہیں عطا ہوگی۔ یہ مقام تمہیں خدائے غفور رحیم کی طرف سے عطا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اعمالِ صالحہ اختیار کرے، نیز کہے کہ میں مسلم ہوں؟

فصل ۲

اولیاء الشیطان کا بیان

شیطانی قوتیں

لیکن اولیاء اللہ کی جماعت کے مقابلے میں ایک دوسری جماعت ہے جو اپنے خواص و اعمال میں بالکل اُس کی ضد اور مخالف واقع ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم اُسے "اولیاء الشیطان" سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام قوتیں جو تعلقِ الٰہی اور رشتۂ حق و صداقت کی مخالف ہیں، شیطانی

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا (۶ : ۱۲۶)

اور جو شخص گمراہ ہونے کا ارادہ کرلے تو اس کا سینہ تنگ اور اسلام کے رستے میں حارج کردیا جاتا ہے۔

اس کے بعد اوّل الذکر جماعت کے لئے بُشارت دی:

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (۶ : ۱۲۷)

اُن کے پروردگار کے پاس ان کے لئے امن اور سلامتی کا گھر ہے اور اُنکے نیک عملوں کے صلے میں وہی اُن کا ولی ہے۔

قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

سورۂ حٰم سجدہ میں اُن مومنین کاملین کا حال بیان کیا ہے جنہوں نے پہلے مقامِ عبودیت و اعترافِ ربوبیت حاصل کیا، پھر مقامِ استقامت وثباتِ عمل و ایمان تک مرتفع ہوئے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۴۱ : ۳۰)

جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس پر استقامت دکھلائی۔

اُن کی نسبت فرمایا:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (۴۱ : ۳۰)

ان پر فرشتے نازل ہوکر کہتے ہیں کہ خوفزدہ نہ ہو اور نہ غم کرو اور جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں کہ یہ وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے

یعنی ایسے صاحبانِ استقامت و کاملین پر نزولِ ملائکہ ہوتا ہے جو طمانیت وسکینت اور بے خوفی و بے غمی کا مقام ان پر طاری کردیتے ہیں اور جس نعمتِ جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اُس کی انہیں بشارت دیتے ہیں اور کہتے

اسی سورۃ میں اس سے کچھ پہلے ایمان و مومنین کے مقابلے میں "اولیاء الشیطان" کا ذکر کیا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (۷ : ۲۷)

ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کا ولی یعنی آشنا و ہمدم بنا دیا ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔

معرکۂ قتال و جدال

پس اس آیت سے صاف صاف ہمارا استدلال واضح ہو گیا۔ یعنی دو فرقے ہیں جن میں سے ایک کو خدا نے اولیاء اللہ کے نام سے پکارا اور دوسرے کی نسبت تصریح کی کہ اُس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا ہے۔

سورۂ کہف میں شیطان کا ذکر کر کے فرمایا:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؟ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا۔ (۱۸ : ۵۱)

آیا تم ہم کو چھوڑ کر شیطان کو اور اُس کی نسل کو اپنا ولی بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے! ظالموں کے لئے یہ کیا ہی بُرا بدلہ ہے کہ وہ خدا کی جگہ نسلِ شیطانی کے ماتحت آ گئے!

مختلف مدارج

پس ایک طرف تو "اولیاء اللہ" ہیں اور دوسری طرف "اولیاء الشیطان" اولیاء الشیطان کے بھی مثل اولیاء اللہ کے مختلف مدارج و مراتب ہیں۔ آخری مرتبہ "درجۂ کفر" ہے اور اس کا سب سے بڑا اضل و اشقی گروہ "الکافرین" کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آراء رہتی ہیں اور باہم معرکۂ جنگ و قتال گرم رہتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ

پس جو لوگ مومن اور اللہ کے ولی ہیں، وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں مگر جن لوگوں

قوتیں ہیں، اور اُن میں ہر قوت اور ہر عمل شیطانِ لعین کا ایک مظہرِ خبیث ہے۔ پس جو لوگ حق و عدالت کی راہِ روشن سے ہٹ کر اعمالِ باطلہ کی تاریکی میں گم ہو گئے ہیں اور اللہ کا رشتہ اُن کے ہاتھوں میں نہیں ہے، وہ خواہ کسی حالت اور کسی شکل میں ہوں، لیکن درحقیقت شیطان کے ولی، اُس کے پرستار، اُس کی نسل کے چاکر اور اُس کی بادشاہت کے غلام ہیں۔

یہی وہ شیطان کی ولایت اور پرستش ہے جس کے متعلق بنی آدم سے ربوبیتِ الٰہیہ نے عہد لیا تھا:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ، وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

(۳۶ : ۵۹ تا ۶۱)

اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تمھیں تاکید نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور یہ کہ صرف ہماری ہی بندگی کرنا یہی انسان کے لئے سیدھا راستہ ہے۔

سعادت و شقاوت کی تقسیم

سورۂ اعراف میں اس بات کی صاف صاف تصریح کر دی ہے کہ:

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

(۷ : ۳۰)

خدا نے دو فریقوں میں سعادت و شقاوت کو تقسیم کر دیا۔ اُس نے ایک جماعت کو ہدایت دی ہے اور ایک فریق ہے کہ گمراہی اُس پر چھا گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں (یعنی دوسری جماعت کے گمراہ) کہ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولی بنا لیا ہے اور بایں ہمہ اس زعمِ باطل میں گرفتار ہیں کہ وہی راہِ راست پر چل رہے ہیں۔

مضمون اس موضوع پر لکھ سکیں۔

مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا

ازانجملہ اِس جماعت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اولیاء اللہ اُسے بُرائیوں اور معصیتوں سے روکتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ:

وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۚ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۚ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؟

(۷ : ۲۸)

ہم نے اپنے باپ دادا کو اِسی طریقہ پر پایا، اور اسی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں اُن گمراہوں سے کہ دو کہ خدا نے کبھی بھی اپنے بندوں کو بُرائیوں اور فواحش کا حکم نہیں دیا۔ کیا تم اللہ کی نسبت وہ باتیں کہتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے ؟

خُسرانِ عاقبت

اولیاء الشیطان کی ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ کامیابی و فلاح اُنہیں نصیب نہ ہوگی اور عاقبت کار گھاٹے ٹوٹے ہی میں رہیں گے :

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۔ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۔

(۴ : ۱۱۹ ، ۱۲۰)

اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا تو یقیناً بڑے ہی سخت گھاٹے ٹوٹے میں پڑا۔ شیطان اپنے دوستوں اور پجاریوں سے طرح طرح کے وعدے کرتا اور بڑی بڑی اُمیدیں دلاتا ہے، لیکن جان رکھو کہ شیطان جو کچھ وعدے کرتا ہے اُن میں دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔

فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ ۔ (۴ : ۷۶)

نے کفر اختیار کیا وہ "طاغوت" کی راہ میں لڑنے کے لئے نکلتے ہیں۔

طاغوت سے مُراد

"طاغوت" سے مراد بھی قوتِ ابلیسی و شیطانی اور اُس کے مختلف مظاہر ہیں، خواہ وہ پتھر کے بُت ہوں یا بولنے والے انسان۔ اسی لئے سورۂ بقرہ کی آیۂ کریمہ میں "اولیاء اللہ" کا ذکر کرکے "اولیاء الشیطان" کی نسبت فرمایا:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیَآؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ ۔ (۲ : ۲۵۷)

جن لوگوں نے حق سے انکار کیا، اُن کا دوست اور ولی خدا نہیں ہے، طاغوت ہیں۔

حُکمِ قتال

غرضکہ پہلی جماعت اللہ کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنے کے لئے نکلتی ہے اور دوسری جماعت شیطان کی راہ میں جنگ و قتال کرنے کے لئے۔

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ، اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا۔ (۴ : ۷۶)

پس اولیاء الشیطان کو قتل کرو تاکہ دُنیا ظلم و فساد سے نجات پائے اور صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ شیطان کے مکر و فریب خواہ کتنے ہی مہیب اور ڈراونے نظر آئیں تاہم یقین کرو کہ اولیاء اللہ کے مقابلے میں بالکل کمزور و ضعیف ہیں۔

اگر اُن تمام آیتوں کو جمع کیا جائے جن میں اِن متضاد و متخالف دو جماعتوں کے خواص و اعمال کا اور اُن کی پہچان کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے تو مضمون اِس قدر بڑھ جائے کہ اصلی مطلب کی گزارش کی نہیں معلوم کتنی اشاعتوں کے بعد نوبت آئے۔ پس میں نہایت اختصار سے کام لونگا اور صرف اشاراتِ موجزہ پر اکتفا کرونگا۔ امید ہے کہ عنقریب بسلسلہ "باب التفسیر" ایک مستقل

حق وہدایت کے اُجالے میں لے آتا ہے۔ اُن کی ہدایت کی مثال بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی معذور آدمی اندھیری رات میں ٹھوکروں سے قریب اور غاروں کے کنارے کھڑا ہو اور اندھوں کی طرح دیکھنے اور چلنے سے معذور ہوگیا ہو۔ اتنے میں ایک واقفِ راہ اور باخبر ہاتھ ظاہر ہوکر اُس کا ہاتھ تھام لے اور ٹھوکروں سے بچاتے ہوئے اور گڑھوں اور غاروں سے نگرانی کرتے ہوئے ایک سیدھے اور محفوظ شاہراہ سے منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔

یا یُوں سمجھنا چاہیئے کہ جبکہ گمراہی اور باطل پرستی کی رات آنکھوں کو اندھا اور بصارت کو بے فائدہ کردیتی ہے تو اُس وقت خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے ہدایت کا سُورج چمکا دیتا ہے اور اُن کے دلوں کا اُس کی روشنی کے اخذ وانعکاس کے لئے انشراح کردیتا ہے۔

لیکن جو لوگ قواے الٰہیہ کی جگہ قوائے شیطانیہ کو اپنا مولیٰ اور آقا بناتے ہیں اور شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کے جرگے میں شامل ہوجاتے ہیں، سو اُن کی حالت اُن لوگوں سے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ پہلی جماعت تاریکی سے نکل کر روشنی میں آتی ہے۔ پر یہ جماعت روشنی سے نکال کر تاریکی میں ڈالی جاتی ہے۔ پہلی جماعت کی اصلی اور ابتدائی حالت تاریک ہوتی ہے مگر اللہ اُنہیں سعادت وہدایت کی نورانیت میں نکال لاتا ہے۔ دوسری جماعت کے لئے ابتدا میں تو ہدایت وسعادت موجود ہوتی ہے لیکن بعد کو شیطان سعادت سے نکال کر شقاوت میں دھکیل دیتا ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ اوپر گزر چکی ہے، اُس کے لفظوں پر غور کرو:

اللہ مومنوں کا دوست اور ولی ہے، وہ اُنہیں	اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تخویفِ شیطانی

شیطان اپنے ولیوں اور پجاریوں کے ذریعہ اللہ کے ولیوں اور پرستاروں کو ہمیشہ ڈراتا اور دھمکاتا رہتا ہے مگر مومنوں کے لئے کوئی خوف نہیں :

اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

(۳ : ۱۷۴)

بیشک یہ شیطان تھا جس کا قاعدہ ہے کہ اللہ کے دوستوں کو اپنے دوستوں کی جماعت کا ڈراؤ دکھلاتا ہے۔ مگر اے مسلمانو! تم اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا۔ اگر تم سچے مسلمان ہو تو بس ہماری ہی حکومت کا خوف کرو۔

یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ

ایک بہت بڑا فرقِ حالت یہ بھی ہے کہ "اولیاء اللہ" ایسے عہد میں ہوتے ہیں جبکہ حق اور سچائی محدود، مگر باطل اور فساد عام ہوتا ہے، اور گمراہی کی تاریکی اس طرح پھیل جاتی ہے کہ کوئی گوشہ بھی پوری طرح روشن و منوّر نہیں ہوتا۔ ایسی ہی سوسائٹی اور اسی طرح کے گرد و پیش میں وہ پرورش پاتے ہیں اور انہی خیالات و اعتقادات کو آنکھیں کھول کر ہر طرف دیکھتے ہیں۔ اُن کے سامنے جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی یکسر گمراہی ہوتی ہے، اُن کے کان جو کچھ سُنتے ہیں اُس میں بھی ضلالت ہی کی صدا اُٹھتی ہے اور دماغ و فکر جو کچھ سوچتا ہے اُس کا سامان بھی سرتاسر گمراہی و باطل ہی کے واسطے سے میسّر آتا ہے!

لیکن جبکہ وہ اس طرح چاروں طرف کی پھیلی ہوئی اندھیاری میں گھرے ہوتے ہیں تو یکایک خُدا کا ہاتھ چمکتا ہے اور اُنہیں گمراہی سے نکال کر

وَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ، وَاِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۔

(۶ : ۱۲۲)

اور شیاطین اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ شیطانی القاء کے بموجب بحث و جدل کریں، لیکن اگر تم نے اُن کی باتوں کی اطاعت کر لی تو جان رکھو کہ پھر تمہارا شمار بھی مشرکوں میں ہوگا۔

فصل ۳

حزب اللّٰہ و حزب الشّیطان

دوسری اصطلاح قرآنی

قرآن کریم ان دو جماعتوں کو ایک دوسری اصطلاح سے بھی موسوم کرتا ہے۔ سورۂ مائدہ میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ اللّٰہ اور اُس کی شریعت کے مقابلے میں یہود و نصارٰی کو اپنا ولی بنائیں:

لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰٓی اَوْلِیَآءَ۔ (۵ : ۵۱)

مسلمانو! تم قوم یہود اور نصارٰی کو ہرگز اپنا ولی (دوست) نہ بناؤ۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ اگر لوگ اللّٰہ کی دوستی کی راہ چھوڑ کر الگ ہو جائیں تو اسلام کے کاموں کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔ خدا ایک دوسری جماعت سچے مومنوں اور اپنے دوستوں کی پیدا کر دیگا، جن کی ولایت الٰہی اور محبتِ ربّانی یہاں تک بڑھی ہوگی کہ وہ اللّٰہ کے چاہنے والے ہوں گے اور

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْلِيَآءُهُمُ الطَّاغُوْتُ، يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ۔

(۲ : ۲۵۷)

تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے، مگر جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی، اُن کے دوست طاغوت ہیں، جو انہیں روشنی سے نکال کر شیطان کی اندھیاری میں ڈال دیتے ہیں۔

بُعد المشرقین

اولیاء اللہ کی نسبت کہا کہ: "یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ" اور اولیاء الشیطان کے لئے کہا: "یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ"

وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

ایک علامت اُن کی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں حق و ہدایت پر سمجھتے ہیں۔ اس کا اُنہیں بڑا دعویٰ ہوتا ہے اور بڑا ہی گھمنڈ۔ حالانکہ وہ ہدایت سے اس قدر دُور ہوتے ہیں جس قدر باوجود اتصال کے روشنی سے تاریکی:

إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

(۷ : ۳۰)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانی قوتوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔ بایں ہمہ اس زُعم باطل میں گرفتار ہیں کہ وہی راہ ہدایت پر ہیں۔

وحیِ شیطانی

شیاطین ہمیشہ اپنے اولیاء پر وحی کرتے رہتے ہیں تاکہ خُدا کے دوستوں سے شیطانی الہامات کے مطابق بحث و جدل کرسکیں اور اُنہیں اللہ کی بادشاہت سے نکال کر شیطانی حکومتوں میں داخل ہونے کی ترغیب دیں:

جس طرح اولیاء اللہ کا ایک نام یا ایک درجہ "حزب اللہ" ہے، اسی طرح اولیاء الشیطان کا بھی دوسرا نام "حزب الشیطان" ہے :

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ، أُولَـٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ، أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۔ (۵۸ : ۱۹)

شیطان اور اُس کی قوتیں ان پر مسلط ہو گئی ہیں۔ پس اُنہوں نے خدا کے ذکر اور رشتے کو فراموش کر دیا ہے۔ یہی لوگ "حزب الشیطان" ہیں۔ اور جان رکھو کہ حزب الشیطان کے لئے آخرکار نقصان اور خسارہ ہی ہے ۔

فصل ۴

اصحاب النّار و اصحاب الجنّہ

تیسری اصطلاح قرآنی

یہی وہ دو جماعتیں ہیں جن کو صدہا مقامات میں "اصحاب النّار" اور "اصحاب الجنّہ" کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے، اور اُن کے اعمال و خواص کی جابجا توضیح کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ والی آیت کو ایک بار اور پڑھو اور اُس کے بقیہ ٹکڑے کے الفاظ پر غور کرو :-

وَالَّذِينَ كَفَرُوٓا أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ، يُخْرِجُونَهُمْ مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ، أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ -

اور جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی، سو اُن کے اولیاء طاغوت ہیں جو اُنہیں نور و ہدایت سے نکال کر ظلمات و ضلالت میں مبتلا کرتے ہیں یہ لوگ "اصحاب النّار" ہیں اور ہمیشہ دوزخی

اللہ اُن سے پیار کریگا : يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ " پھر کہا کہ :

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔

(۵ : ۵۶)

مسلمانو! تمہارا دوست اللہ اور اُس کا رسول ہے اور وہ مومن جو ایمان لا چکے ہیں ، جو صلوٰۃِ الٰہی کو دُنیا میں قائم کرتے ہیں ، جو خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور جو ہر وقت اللہ اور اس کے حکموں کے آگے جھکے رہتے ہیں۔ پس جو شخص اللہ ، اُس کے رسول اور مومنوں کا دوست و ولی ہو کر رہیگا ، وہ "حزب اللہ" میں سے ہے اور یقین کرو کہ "حزب اللہ" ہی کے لوگ غالب ہونے والے ہیں !

لسان اللہ

اِس آیہ کریمہ سے معلوم ہُوا کہ جو لوگ اللہ کے ولی اور اُس کے دوست ہیں ، اُن کا ایک نام لسان اللہ الحکیم میں "حزب اللہ" بھی ہے۔ "حزب" کہتے ہیں گروہ اور جماعت کو۔ حزب اللہ سے مقصود وہ لوگ ہوئے جو اللہ کی جماعت ہیں۔ چنانچہ سورۂ حشر میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی محبت کی راہ میں دُنیا کے تمام رشتوں کی کچھ پروا نہ کریں ، حتّٰی کہ ماں باپ اور عزیز و اقربا کی محبت اور دامنگیری کو بھی ہیچ سمجھیں ، اور خدا کی پُکار جب اُن کے کانوں میں پڑ جائے تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر اُسی کی طرف دوڑ جائیں تو ایسے لوگ "حزب اللہ" ہیں :

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (۵۸ : ۲۲)

یہی لوگ "حزب اللہ" ہیں۔ سُن رکھو کہ یقیناً حزب اللہ ہی کے افراد فلاح پانے والے ہیں۔

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ -

(۱۰ : ۲۶)

ملیگی، اُن کو کبھی بھی ناکامی کا غم، شکست کی رسوائی اور نامرادی و تذلل کی ذلت پیش نہ آئیگی۔ یہی لوگ "اصحاب الجنۃ" ہیں جو ہمیشہ بہشتی زندگی میں رہینگے۔

اِس کے بعد دوسرے گروہ کی حالت بتلائی (ہے جو پہلے گروہ کے مقابلے میں بالکل اس کی ضد واقع ہوا ہے)

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ، مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ، كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ، اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ -

(۱۰ : ۲۷)

اور جن لوگوں نے دُنیا کے کاموں میں بُرائی حاصل کی اور بدی کا رستہ اختیار کیا، تو یہ ظاہر ہے کہ فطرۃ الٰہی بُرائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے دیگی۔ ذلت اور نامرادی سے اُن کے چہرے ایسے کالے پڑ جائینگے گویا رات کی چادرِ ظلمت کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُن کے چہروں پر ڈال دیا گیا ہے۔ اللہ کے اس عذاب سے اُنہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہی لوگ "اصحاب النار" ہیں جن کے لئے ہمیشہ دوزخی زندگی ہوگی۔

اِن دو آیتوں کی اگر اپنے مذاق کے مطابق تفسیر کروں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے۔ اسلامی تعلیم کی حقیقت اور قرآن حکیم کے اُصولِ درسِ حقائق و معارف کا ایک بحرِ ذخار ہے جو ان دو چار جملوں کے اندر بند کر دیا گیا ہے۔

خِتَامُهٗ مِسْكٌ ، وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ - (۸۳ : ۲۶)

مُشک سے سربستہ ہے اور چاہئے کہ رغبت کرنے والے اس کی طرف رغبت کریں۔

ثواب و عذاب کی حقیقت، نتائج افعال اور مکافاتِ عمل کے فطری اور طبیعی اُصول کی تشریح، مذہبِ اخلاق کی اساساتِ اصلیہ اور امتیازاتِ عملیہ، قانونِ

(۲ : ۲۵۷) | عذابوں میں رہینگے۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہؤا کہ جن لوگوں کے اولیا و سردار "طاغوت" ہوں (اور "طاغوت" سے مراد یہی شیطان اور اُس کے خلفا و مظاہر ہی ہیں) تو ایسے لوگ "اصحاب النار" ہیں، کیونکہ اُن کی زندگی ہمیشہ آگ میں جلتے رہنے کی اور سوختنی ہوگی۔ رُوح کی راحت اور دل کا سُکھ اُنہیں نصیب نہ ہوگا۔

اس سے پہلے ایک آیت گزر چکی ہے جس میں اولیاء اللہ کی نسبت فرمایا کہ:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ (۴۱ : ۳۰) | اُن پر فرشتے نازل ہوکر کہ دیتے ہیں کہ خوف و غم نہ رکھو تمہیں اُس جنّت کی بشارت دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس آیہ کریمہ میں خاص طور پر اولیاء اللہ کو "جنّت" کی بشارت دی گئی ہے پس فی الحقیقت وہی "اصحاب الجنّت" بھی ہیں، کیونکہ اُن کی حیات دنیوی دینی جسمی وروحی، ظاہری ومعنوی، ہرحال و عہد و دور میں کامیابیوں، فتحمندیوں، آرام و راحت، نعائم ولذائذ اور عیش و نشاط کی زندگی ہوگی۔

اعمال وخصائص

سورۂ یونس میں "اصحاب الجنّہ" اور "اصحاب النار" کی تعریف پوری صفائی کے ساتھ بتلادی ہے، اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟ اور کن نتائج کی بناء پر ایک کو جنّت والوں کی اور ایک کو نار والوں کی زندگی ملتی ہے؟

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ | اور جن لوگوں نے دُنیا میں اچھے اور بھلائی کے کام کئے اُنہیں نیک کاموں کے بدلے میں بھی ہی بھلائی اور فلاح ملیگی بلکہ اُن کے حق سے بھی زیادہ

اصل مبحث

اِن آیات کے درج کرنے سے مقصود یہ ہے کہ "اصحاب الجنّت" اور

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۸) اُس کے سچے مومن ہوں۔

دوسری آیت میں "اصحاب النّار" کے لئے فرمایا کہ:

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ	ذلّت و نامرادی اُن پر چھا جائیگی۔

اور کہا کہ:

كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا (۱۰: ۲۷)	گویا کہ رات کی چادرِ ظلمت کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُن کے چہروں پر ڈال دیا گیا ہے۔

"قطع" بفتح الطاء "قطعہ" کی جمع ہے۔ ایک قرأت میں بسکونِ طاء بھی آیا ہے "قطع" کے معنی ایک ٹکڑے اور حصّے کے ہیں۔ اس لئے اس آیت میں قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ کا ترجمہ

"رات کا ایک ٹکڑہ" ہوگا۔ (قال ابن السکیت: القطعۃ طائفۃ من اللّیل) اسی لئے ہم نے ترجمہ میں "رات کی چادرِ ظلمت کا ایک ٹکڑا لکھا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اُن کے چہرے شدّتِ ذلّت و ناکامی اور شکست و مایوسی سے ایسے کالے کلوٹے ہو جائینگے گویا رات کی اندھیاری اُن کے منہ پر چھا گئی ہے۔

ایمان و ضلالت

اِس تشبیہ کی اصل یہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے ہر جگہ ایمان کو "روشنی و نور" اور ضلالت و کفر کو "تاریکی و ظلمت" قرار دیا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (۵ : ۱۵)	بیشک تمہارے پاس اللہ کے ہاں سے ہدایت اور کھلی کتاب آگئی۔
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۲۴ : ۳۵)	اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نورِ ہدایت دینے والا ہے (۳)

تعالیٰ و تسفّلِ بشری کے مُبادیِ حقائق، اصحاب جنّت اور ارباب نار کی قدرتی تقسیم فطرت کا قانونِ عمل بالمثل اور انسان کے لئے راہِ سعادت و ہدایت کی کلّی اور اصولی تعلیم، غرضکہ شریعت و اخلاق اور حکمت و تعلیم کی کوئی اصُولی بحث ایسی نہیں ہے جو اِن دو آیتوں پر متفرع نہ ہوتی ہو، اور ان کی طرف ایک واضح و بیّن اشارہ اُن میں نہ کر دیا گیا ہو۔ تا وقتیکہ تفسیر القرآن کی تحریر و توزیع کا مستقل انتظام نہ ہو، ضمنی طور پر یہ چیزیں بیان میں نہیں آ سکتیں۔[۱]

---

[۱] بعض مباحثِ مہمّہ

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ، وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ، اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (۱۰ : ۲۶)	جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے اُنہیں نیک کاموں کے عوض ویسی ہی فلاح ملیگی بلکہ اُن کے حق سے زیادہ، ان کو ناکامی و نامرادی کی ذلت پیش نہ آئیگی۔ یہی لوگ "اصحاب الجنۃ" ہیں اور ہمیشہ بہشتی زندگی میں رہینگے۔

معانی

اس آیت میں "وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ" کا لفظ آیا ہے "قتر" کے معنی تاریک غبار کے ہیں۔ چہرے کی سیاہی اور دھوئیں کے معنوں میں بھی بولتے ہیں۔ کم کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

"ذلہ" خضوع و انکسار اور انتہا درجہ کی عاجزی اور اپنے تئیں حقیر کرنے کو کہتے ہیں۔

پس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہوا کہ جو لوگ اصحاب الجنّت ہیں" اُن کے چہروں پر سیاہی اور ذلت کبھی نہ چھائیگی"۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ کبھی اُن کی حالت ایسی نہ ہوگی جو رسوائی، حقارت، مایوسی اور شکستگی کی ہو۔ ہرطرح کی انسانی اور قومی ذلتیں اس میں داخل ہیں۔ سب سے بڑی ذلت محکومی و غلامی ہے جو کبھی اللہ اپنے دوستوں اور مومنوں کے لئے پسند نہیں کرسکتا بشرطیکہ[۲]

واساس ہیں۔ اِن سے واضح ہوگیا کہ دونوں گروہ بالمقابل اور بالضّد واقع ہوئے ہیں۔ ایک کے لئے کامیابی، فتح و مراد اور فوز و فلاح ہے اور ذلّت و

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۰)

نور و ظلمت کی مثال

اِسی طرح سورۂ حدید میں ایمان و کفر اور مومنین و منافقین کی تقسیم کر کے نُور و ظلمت ہی کی مثال دی ہے :

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ۔ (۵۷ : ۱۲)	اُس دن تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوگا ''اور اُن سے کہا جائیگا کہ آج کے دن تمہارے لئے فتح و مُراد کی بشارت ہے۔

لیکن منافقینِ و مضلّین اس ''نور'' سے محروم ہونگے اور نہایت حسرت کے ساتھ مومنوں کی حالت دیکھیں گے۔ اس کی مثال یوں فرمائی :

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (۵۷ : ۱۳)	اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہینگی کہ ذرا ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے اِس نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں مگر اُن سے کہا جائیگا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آگے مت بڑھو، پیچھے ہٹو اور کوئی اور روشنی تلاش کرو۔

اُندلس کے ایک شاعر نے اپنے نقاب پوش خلیفہ کو مخاطب کر کے اس آیت کو نظم کر دیا تھا :

انظرونا نقتبس من نورکم

ان ھذا نور رب العالمین !

"اصحاب النار" کی کھلی کھلی تقسیم کرکے اُن کے کاموں اور کاموں کے نتائج کو صاف صاف بتلا دیا جائے۔ پس یہ دو آیتیں میری بحث و استدلال کی اصل

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۹)

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ (۲۴ : ۴۰)

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے وہ ہدایت یاب نہیں ہو سکتا۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۵۷ : ۹)

اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ پاک ہے جس نے اپنے رسول پر اپنی واضح آیات نازل کیں تاکہ تمہیں گمراہی سے نکال کر ہدایت میں لے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶ : ۱)

سب تعریف اُسی ذاتِ پاک کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور ہدایت و گمراہی دکھا دی۔

نورانیت کی شمع

اس آیت میں "اصحاب النار" کی نسبت کہا کہ اُن کے چہرے تاریک ہونگے۔ یہ ٹھیک ٹھیک اُس حالتِ ایمانی و اسلامی کی ضد ہے جو دوسری جگہ مومنوں کے لئے فرمائی ہے۔ یعنی اُن کے ایمان و اعمالِ حسنہ کی روشنی و نورانیت کی شمع ان کے سامنے روشن رہیگی۔

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ (۶۶ : ۸)

وہ عاقبت کار اور ظہور نتائج کا وقت کہ خدا اُس دن اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، کبھی شرمندہ و رُسوا نہ کریگا۔ ان کا نور اُن کے آگے اور اُن کی داہنی طرف ساتھ ساتھ چلیگا، اور وہ اللہ سے التجا کرینگے کہ اے پروردگار ہمارے اس نور کو کامل کردے اور آخر تک قائم رکھ۔

(۵)

شناخت

دونوں جماعتوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ "اصحاب الجنۃ" ہمیشہ کامیاب فتحمند ہونگے اور "اصحاب النار" کے حصے میں ہمیشہ عاقبتِ کار اور انجام امور کا

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۳) یعنی جس قدر عُمدہ کام کئے ہیں اُن کے مطابق تو نتائج حاصل ہی ہونگے لیکن اُس کے علاوہ بطور لطف و مرحمت کے بھی بہت کچھ عطا کیا جائیگا۔

بُرائی کی سزا

اس آیتِ کریمہ میں نیکی کے بدلے نیکی کی مقدار سے کہیں زیادہ معاوضہ ملنے کی بشارت دی ہے، لیکن دوسری آیت میں جب بُرائی اور بدعملی کا ذکر کیا ہے تو وہاں صرف اسی قدر ہے:

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ (۱۰ : ۲۷)	جن لوگوں نے بُرائی حاصل کی تو جیسی بُرائی کی، ویسا ہی اُس کا بدلہ بھی پائیں گے۔

یہاں "زیادۃ" نہیں کہا بلکہ "مِثْلِهَا" کا لفظ کہا۔ جس سے ثابت ہوا کہ نیکی کا بدلہ نیکی کی مقدار سے زیادہ ملیگا، پر بدی کے لئے اُتنی ہی سزا ہوگی جتنی کہ بدی کی گئی ہے، اُسی قسم کی ہوگی جس قسم کی وہ بدی تھی۔

عدالتِ الٰہی کی عدل گستری

اللہ کی عدالتِ حقہ کا یہی اُصول لطف و مرحمت ہے، وہ نیکی کے معاوضے میں فیاض و رحیم ہے، لیکن بدی کی سزا دینے میں صرف عادل۔ اگر ثواب کی طرح عذاب میں بھی یہ "زیادتی" کا اصول عمل میں آتا تو نہیں معلوم اس معصیت سرائے عالم کا کیا حال ہوتا؟ شاید ایک ہستی بھی زمین پر باقی نہ رہتی۔ قال سبحانہ تعالیٰ:-

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ	اور اگر اللہ انسانوں کو اُن کے ظلم و گناہ پر پُورا پُورا پکڑتا اور سزا دیتا تو زمین پر ایک حیوان بھی باقی نہ رہتا اور اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں سب کے سب برباد و (۴)

رسوائی سے ہمیشہ محفوظ ہے۔ دوسرے کے لئے شرمندگی، خجالت، ناکامی اور ہمیشہ آگ میں سوکھی لکڑی اور خشک پتّوں کی طرح جلنے کا عذاب الیم ہے۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۱) بہرحال اس "نور" سے مراد وہ الٰہی روشنی ہے جو "اولیاء اللہ" اور "اصحاب الجنّت" کو اپنے اعمالِ صالحہ کے نتائج سے حاصل ہوتی ہے اور اُن کے تمام اعمال و افعال کو ضلالت کی تاریکی سے پاک کر دیتی ہے۔ اس کا ساتھ ساتھ چلنا اس طرف اشارہ ہے کہ جس آدمی کے ساتھ اندھیری رات میں روشنی ہو، اور وہ اس کے ساتھ اس طرح کر دی جائے کہ جہاں جائے ایک مشعلِ راہ دکھلاتی اس کے آگے آگے ہو، تو وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گا اور نہ کبھی بھٹکے گا۔

اِسی طرح سچے مومنوں اور اللہ کے پرستاروں کے لئے ہدایت و سعادت کی ایک مشعل روشن ہو جاتی ہے جو ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتی ہے، اور جہاں جائیں اُن کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی ہے۔ نہ تو کبھی اُن پر تاریکی چھا سکتی ہے اور نہ اُن کے لئے ٹھوکر اور گمراہی ہے۔

صلا پس اُس آیت سے "اصحاب النار" کی نسبت جو یہ کہا ہے کہ اُن کے چہروں پر تاریکی چھا جائیگی، تو یہ ٹھیک ٹھیک "اصحاب الجنّۃ" کی اس حالت کے مقابلے میں ہے جو پچھلی آیتوں میں بیان کی گئی ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ۔ (۸ : ۶۶)	ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوگا۔

نیک اعمال کا اجر

آیت متذکرہ متن کے متعلق ایک اور نکتہ بھی قابلِ درس و فہم ہے جس پر توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (۱۰ : ۶۳)	جن لوگوں نے نیکی اور بھلائی کے کام کیے اُنہیں ویسا نیک اجر ملیگا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ

ترت بقیہ حاشیہ صفحہ ... پر ... ہو۔

کے بھی مختلف مدارج ہیں، اور اسی بناء پر "اصحاب النّار" کو "اصحاب الجحیم" اور "اصحاب السّعیر" بھی کہا گیا ہے۔ مگر میں بحث کو طول نہ دونگا۔

تمام آیتوں کے جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نفوسِ مومنہ وصالحہ جو "اعتقادِ حق" اور "عملِ صالح" کے ساتھ متصف ہیں، اور جنہوں نے اللہ کے رشتے اور تعلّق کے آگے تمام باطل اور خبیث قوّتوں کے رشتوں کو توڑ ڈالا ہے اور اُس کی بخشی ہوئی قوّتوں کو اُسی کے بتلائے ہوئے صالح اور صحیح کاموں میں خرچ کرتے ہیں، سو ایسے تمام لوگ اصحاب الجنّة میں داخل ہیں: هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ ہمیشہ ہر طرح کی کامیابیاں اور خوبیاں انہی کے لئے ہیں لیکن جو لوگ اعتقادِ حق اور عملِ صالح سے محروم ہیں اور اللہ کے تاج و تختِ قدّوس سے باغی ہو گئے ہیں، خواہ کسی بھیس اور کیسے ہی روپ میں ہوں، وہ سب کے سب "اصحاب النّار" میں داخل ہیں۔ ان کے تمام کاموں کے لئے آگ کی تپش اور سوختنی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جنگل کی سوکھی لکڑی اور درختوں کے خشک پتّے جس طرح بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جلتے ہیں، ٹھیک ٹھیک اسی طرح وہ بھی جلیں گے!

پہلی مرتبہ:

خسران و نقصان آئیگا :

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ - (۵۹ : ۱۹)	اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار اپنے کاموں اور اُن کے نتیجوں میں ایک طرح نہیں ہو سکتے۔ اصحاب الجنۃ ہی کامیاب ہونے والے ہیں ۔

دوسرے القاب

موقع تفصیل کا نہیں۔ قریباً ۸۰ مقامات پر "اصحاب النار" اور "اصحاب الجنۃ" کے اعمال و علائم اور آثار و نتائج بہ تفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ پھر ان جماعتوں

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۳)

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ (۱۶ : ۶۱)	ہلاک ہو جاتے ۔لیکن وہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور اُن کے معاملے کو چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ اُن کے کاموں کے قدرتی نتائج کے ظہور کا وقت آجائے اور وہی سزا اُن کیلئے بس کرتی ہے۔

قرآن حکیم میں دوسری جگہ اسے کھول کر بالکل واضح کر دیا ہے :

مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۔ (۶ : ۱۶۱)	جو شخص نیکی اور بھلائی کے ساتھ ہمارے سامنے آئیگا تو اس کا بدلہ دس گُنا زیادہ ملیگا، اور جو بدی لے کر آئیگا تو اُس کے لئے کچھ زیادتی نہ ہوگی، بلکہ ٹھیک اُتنی ہی سزا پائیگا جتنی کہ اس نے بدی کی۔

اسی طرح سورۂ نمل اور سورۂ قصص میں کہا :

مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا (۲۷ : ۸۹ و ۲۸ : ۸۴)	جو شخص نیکی اور بھلائی کے ساتھ ہمارے سامنے آئیگا تو اس کا بدلہ اس سے کہیں بہتر دیا جائیگا۔

میں فرمایا ہے : اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰیٓ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۲۱: ۱۰۱) لیکن اس جماعت کا حال میں یہاں نہیں لکھوں گا۔ مقصود صرف پہلی دو جماعتیں ہیں۔ ان جماعتوں کے اعمال و خصائص کی تشریح یہاں تو نہیں کی گئی، لیکن سورۂ بلد میں صاف صاف بتلا دیا ہے :

عقبہ سے مراد

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؟ فَكُّ رَقَبَةٍ، اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ، يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ، اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ، ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ، اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۔ (۹۰ : ۱۲ تا ۱۸)	تم سمجھے کہ ہم نے جو یہاں "عقبہ" کا لفظ کہا ہے سو اس سے کیا مقصود ہے؟ "عقبہ" سے مراد یہ ہے کہ انسان کی گردن کو غلامی کے پھندے سے چھڑا دینا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور یتیم کی (علی الخصوص جبکہ اپنے قریبی لوگوں میں سے ہو) اور محتاج و مسکین کی مدد کرنا۔ پس جو انسان کہ اپنی بڑائی کا مدعی ہے، اُسے چاہئے تھا کہ اس آزمائشی گھاٹی کی منزل سے گزرتا اور اس کے علاوہ اُس جماعت کے لوگوں میں سے ہوتا جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر و برداشت کی اور باہم مرحمت کی وصیت کرتے ہیں، یہی لوگ "اصحاب المیمنہ" ہیں۔

اس کے بعد دوسرے گروہ کے کاموں اور نتائج کی تعریف بیان کی :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ	مگر جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو، ہماری

[1] سورۂ واقعہ کی مستقل تفسیر مرتب ہے جو متعدد اہم مطالب و مقاصد پر مشتمل ہے۔ جو بسلسلہ . . . . تفسیر شائع ہو گی۔

فصل ۵

اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ

چوتھی اصطلاح قرآنی

پھر ایک اور تقسیم بھی ہے جو ان دو جماعتوں کے متعلق قرآن حکیم میں نظر آتی ہے۔ بعض خاص حالات و خصائص کی بنا پر انہیں "اصحاب المیمنہ" اور "اصحاب المشئمہ" کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے، یعنی دہنی جانب کی جماعت اور بائیں جانب کا گروہ :

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ، مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ! وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ، مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ! وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ، اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔

(۵۶ : ۸ تا ۱۲)

اصحاب المیمنہ، اور اصحاب المیمنہ کے مدارج کا کیا کہنا کہ بڑے ہی عالی مرتبہ ہیں ! اور اصحاب المشئمہ، اور اصحاب المشئمہ کی بدبختیوں کو کیا کہیے کہ ان کی کوئی حد و انتہا نہیں ! اور پھر "سابقون السابقون" کہ درگاہِ الٰہی کے وہی مقرب بندے ہیں !

یہاں تین جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ پہلی دو جماعتیں "اصحاب المیمنہ" اور "اصحاب المشئمہ" ہیں۔ اور تیسری "السابقون السابقون" چنانچہ ان سے پہلے کہہ دیا ہے کہ : وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۔

السّابقون السّابقون

السّابقون السابقون سے وہی لوگ مراد ہیں جن کی نسبت سورۂ انبیاء

فقر کے زمانے میں کھانا کھلانا ہے۔ جب اِس منزل سے گزر جائیں تو اس کے بعد دوسری منزل آتی ہے، جسے :

تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔	ایک دوسرے کو صبر و برداشت اور باہم مرحمت کی وصیّت کرتے ہیں۔

سے تعبیر کیا ہے، اور یہی مقام ہے جسے سورۂ عصر میں :

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔	ایک دوسرے کو حقانیت اور صبر و تحمل کی وصیّت کرتے ہیں!

کہا ہے۔ تمام وہ فضائل و اعمال جن کے لئے صرفِ قُوٰی، وتحملِ مصائب، و نظارۂ آلام وثبات و استقامت کی ضرورت ہے، مفہوم "صبر" میں داخل ہیں "مرحمہ" سے مقصود تمام اعمالِ حسنہ و فاضلہ ہیں۔ والقصۃ بطولہا۔

"اصحاب المشئمہ" ان دونو مقاموں سے محروم ہوتے ہیں۔ یہی انکی علامت ہے۔

فصل ۶

اصحابُ الیمین و اصحابُ الشّمال

پانچویں اصطلاح قرآنی

"اصحاب المیمنہ" کو "اصحاب الیمین بھی کہاہے، اور" اصحاب المشئمہ" کو "اصحاب الشّمال" کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے چنانچہ سورۂ واقعہ میں اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کا ذکر آگے چل کر یُوں کیا گیا :

"اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ" عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ۔

(۹۰ : ۱۷)

تعلیمات کو، ہمارے احکام کو اور ہماری بھیجی ہوئی ہدایت کو، قول سے اور عمل سے جھٹلایا تو وہ لوگ "اصحاب المشئمۃ" ہیں۔

ہدایت وضلالت کی منازل

اِن آیات سے پہلے انسان کی خلقت کے ضُعف اور پھر نفس و ہوٰی کی ابلیسانہ گمراہی کا ذکر کر کے غافل انسانوں کو ملامت کی ہے اور کہا ہے، خدا نے انسان کے آگے ہدایت وضلالت، دونوں راہیں کھول دی ہیں۔ اُسے دیکھنے، سوچنے، امتیاز کرنے کے لئے عقل وتمیز بھی دیدی ہے۔ پس باوجود اس کے یہ کیسی شقاوت ہے کہ ہدایت کی راہ چھوڑ کر ضلالت کا راستہ اختیار کیا جائے، اور اللہ کی آیات وبصائر سے بالکل آنکھیں بند کر لی جائیں! اس کے بعد فرمایا ہے کہ اُس گمراہ انسان کو دیکھو جو بڑے بڑے دعوے اور گھمنڈ کی باتیں کرتا ہے، پر آزمائش کی اُس گھاٹی تک کو طے نہ کرسکا ہے جو انسان کی ہدایت کی پہلی منزل ہے۔ یہاں اصلی لفظ "عقبہ" کا آیا ہے۔ اِس کے معنی دشوار گزار کام یا گھاٹی کے ہیں۔ چونکہ "اصحاب المیمنۃ" کے کاموں میں دُشوار اور مشکل امتحانات ہیں، اس لئے انہیں "عقبہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

سعادت کی منزلیں

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ "اصحاب المیمنۃ" کے کاموں کے دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ جو اس سفر میں بطور آزمائش کے ایک گھاٹی (عقبہ) کے ہے، وہ یہ ہے کہ بندگانِ الٰہی کو غلامی و محکومی سے نکالنے کے لئے سعی کرنا اور اُن کی گردنوں کو انسانوں کے تسلط و حکومت کے بوجھ سے آزاد کرانا، نیز اپنے مال کو مسکینوں، محتاجوں اور یتیموں کے لئے خرچ کرنا اور بھوکوں کو افلاس و

فصل

اعمال و خصائص

دعوۃ الی اللہ و دعوۃ الی الشیطان

ایک اہم موضوع بحث ان دونوں جماعتوں کے خصائص و اعمال، آثار و نتائج اور عوائد و عواقب کا ہے۔ چونکہ یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس لئے ان کے تمام کام بھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد و مخالف واقع ہوئے ہیں۔

کثرت تضاد

قرآن حکیم نے اس کثرت سے ان کے متضاد و متبائن خصائص و اعمال کا جا بجا ذکر کیا ہے کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو اقلاً سو آیتیں ضرور ہو جائیں اور انسان کے اعمالِ ہدایت و ضلالت کے متعلق عجیب عجیب اسرار و معارف منکشف ہوں۔ مگر چونکہ اس مضمون میں یہ تمام تذکرہ ضمناً و تبعاً ہے نہ کہ اصلاً، اس لئے صرف سرسری نظر سے کام لے رہا ہوں اور انہی امور کی طرف اشارہ کرتا ہوں، جن سے آگے چل کر اصلِ موضوع کے فہم و درس میں مدد ملے گی۔ شاید ایک مستقل مضمون " اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان " کے عنوان سے بسلسلہ باب التفسیر لکھ کر اپنے تمام خیالات کو بہت جلد یکجا کر سکوں۔

بُنیادی اختلاف

ازانجملہ ایک سب سے بڑا نمایاں اور بنیادی اختلاف جو اِن دونو جماعتوں

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ، مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ! فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ، وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ، وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ، وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ۔ (۵۶ : ۲۷ تا ۳۳)	اور اصحاب الیمین، کون ہیں اصحاب الیمین؟ وہ ہیں جو ایسے باغوں میں ہونگے جہاں بے خار بیریاں، تہ بتہ کیلے، لمبا سایہ، جھرنوں سے گرتا ہوا پانی اور کثرت سے میوے ہونگے جو نہ تو ختم ہونے والے ہونگے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔

یعنی کہ اصحاب الیمین کے لئے باغ و بہار کی دائمی خوشیاں اور نظارے ہیں، جو نہ تو کبھی روکے جا سکیں گے اور نہ کبھی ان کا سلسلہ ٹوٹیگا۔

پھر کہا کہ:

اَصْحٰبُ الشِّمَالِ، مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ! فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ، وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ، لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ، اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ۔ (۵۶ : ۴۱ تا ۴۵)	اور اصحاب الشمال، وہ ہیں اصحاب الشمال کہ ان کیلئے بادِ سموم اور کھولتا ہوا پانی ہوگا اور دھوئیں کا سایہ نہ ٹھنڈک ہوگی نہ حرمت۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے آسودہ حال تھے مگر پاداش عمل میں انکا یہ حال ہو گیا۔

یعنی اصحاب الشمال وہ ہیں کہ ان کے لئے تپش و سوزش اور کھولتے ہوئے پانی کی سی گرمی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ پہلے بڑے آسودہ حال تھے۔ مگر پاداشِ عمل میں ان کا یہ حال ہو گیا۔

پہلی آیت میں: "لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" اور دوسری میں: "اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ" قابلِ غور ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ (۱۶ : ۹۰)	اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل کرو اور تمام نیک باتوں اور ہر طرح کی راست بازیوں کو اختیار کرو اور اسی طرح روکتا ہے کہ ہر طرح کے فواحش اور ظلم و معصیت سے بچو!

شیطانی حکم

لیکن شیطان کا حکم اس کے بالکل متضاد و مخالف ہے، چنانچہ فرمایا:

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ (۲۴ : ۲۱)	شیطانی وسوسوں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ فواحش اور ظلم و عصیان کا حکم دیتا ہے!

امر بالمعروف، نہی عن المنکر

پس اللہ کا دوست اور ولی وہی ہو سکتا ہے جو اُس کے حکم کا پیرو اور داعی ہو، اور اسی طرح شیطان کا ولی وہ ہے جو اُس کے حکموں کی منادی کرے اللہ کا یہ حکم ہے کہ: یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" اس لئے اولیاء اللہ کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ " اٰمِرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَاھِیْ عَنِ الْمُنْکَرِ" ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کے دوست، اس کے سفیر اور اس کی حکومت کے خلیفہ ہیں۔ اور سفیر وہی ہے جو اپنے بادشاہ کے حکموں کا ترجمان ہو۔ یہی سبب ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر جا بجا زور دیا گیا، اور اسے مومنوں کے تمام اعمالِ حسنہ کی بُنیاد اور اساس بتلایا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ	وہ مسلمان کہ اگر ہم اُنہیں دنیا میں قائم کر دیں تو ان کا کام یہ ہوگا کہ صلوٰۃِ الٰہی کو قائم کریں گے، اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں گے اور امر

کے کاموں میں ہوتا ہے اور جس کو قرآنِ کریم نے اُن کا امتیازی نشان قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ دونوں جماعتیں دُنیا کو اپنے اپنے دوستوں اور محبوبوں کی طرف بُلاتی اور دعوت دیتی ہیں۔

ہر ایک کی دعوت کا مرجع

اولیاء اللہ، اللہ کے دوست اور ساتھی ہیں، اس لئے وہ اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی پکار بلند کرنے اور اس کی طرف انسانوں کو بُلانے میں صرف کر دیتے ہیں، پر اولیاء الشیطان قوائے شیطانیہ کے پُجاری اور والہ و شیفتہ ہوتے ہیں اس لئے اُن کا جہاد خدا کی جگہ شیطان کی راہ میں ہوتا ہے اور اُسی کی طرف خدا کے بندوں کو دعوت دیتے اور پُکارتے ہیں۔

قیامِ انسانیّت کا سرچشمہ

اولیاء اللہ اور اصحاب الجنّت کا مقصد خدا کی بادشاہت اور اُس کا کلمہ عُلیا ہوتا ہے، پس وہ خُدا کے حکموں کا بیان کرتے اور اُس کے پاک اور مقدّس اوامر کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اولیاء الشیطان کی چیخ پکار اور جد و جہد کا مقصد شیطانی حکومت ہوتا ہے، پس وہ شیطان کے احکامِ مفسدہ کی اشاعت کرتے اور اس کے اوامرِ خبیثہ کے سفیر ہوتے ہیں۔

اسی لئے اولیاء اللہ کی دعوت دنیا کی اصلاح و فلاح و قیامِ انسانیّتِ کاملہ و مدنیہ صحیحہ کا سرچشمہ ہے اور اولیاء الشیطان کی دعوت شرّ و فساد، عدوان و طغیان، معاصی و فسوق اور تخریبِ انسانیہ و مدنیہ مفسدہ و ردیّہ کا منبع!

اب دیکھو کہ اللہ کے احکام کیا ہیں اور شیطان کیا حکم دیتا ہے؟

حکمِ الٰہی

اللہ کا حکم یہ ہے:

اور فتح و کامیابی پائیں گے۔

یہ آیت کریمہ تمام تعلیماتِ اسلامیہ کا ایک جامع و مانع خلاصہ ہے جو خود قرآن حکیم نے پیش کر دیا ہے۔ اور دینِ الٰہی اور شریعتِ فطریہ کا کوئی رکن ایسا نہیں ہے جو اس کے اندر بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ اس میں داعی اسلام کا اوّلین کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرمایا، کیونکہ اس کی دعوت اللہ کی طرف ہے اور اللہ کا حکم یہی ہے۔

امر بالمنکر

لیکن شیطان ایک قوتِ خبیثہ ہے جو سعادتِ عالم کی دشمن اور ہدایتِ انسانی کو روکنے والی ہے۔ پس وہ اپنے گھرانے کو اور اپنی نسل کے چاکروں کو حکم دیتی ہے کہ اولیاء اللہ کی منادی کی مخالفت کریں اور عدل و احسان کی جگہ ظلم و عدوان کی طرف لوگوں کو بلائیں: فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اس لئے جو لوگ شیطانی حکموں کے، سامنے گر جاتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر اُس کی سفارت و خلافت اختیار کر لیتے ہیں، اُن کا کام امر بالمعروف کی جگہ امر بالمنکر اور نہی عن المنکر کی جگہ نہی عن المعروف ہوتا ہے، یعنی اولیاء اللہ تو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور بُرائیوں سے، روکتے ہیں، لیکن وہ بُرائیوں کا حکم دیتے اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔ قرآن کریم نے صاف صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر دی ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ	منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی قسم کی ہیں۔ بُرائی کا حکم دیں، نیکیوں سے روکیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وقت آئے تو مٹھیاں بھینچ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلایا، نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بھی

نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ، وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔

(۲۲ : ۴۱)

بالمعروف و نہی عن المنکر ان کی دعوت ہو گی۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

تعلیماتِ اسلامیہ کا خلاصہ

اور یہی سبب ہے کہ سورۂ اعراف میں جہاں یہود و نصاریٰ کو خاص طور پر اسلام کی دعوت دی ہے، وہاں حضرت ختم المرسلین کے اہم اور نمایاں کام یہ بتلائے ہیں:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ : يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(۷ : ۱۵۷)

وہ لوگ کہ انہوں نے اللہ کے رسول اور نبی اُمّی کی پیروی کی، جن کی بشارت اُن کے پاس تورات و انجیل میں لکھی ہوئی موجود ہے، وہ رسول اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتا اور خبائث کو اُن پر حرام کرتا ہے، اور سخت حکموں کے جو بوجھ اُن کے سروں پر تھے ان سے رہائی بخشتا اور غلامی و استبداد اور تقلیدِ اشخاص کے جو پھندے ان کے گلوں میں پڑے تھے، ان سے نجات دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے، اسکی حمایت کی اور اُسکی نصرت کی راہ میں نکلے اور جو نور صداقت اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے (یعنی قرآن و اسلام) اس کی متابعت کی، تو یہی لوگ ہیں جو ہر طرح کی فلاح

حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے قیدخانے کے ساتھی سے کہا تھا کہ:

اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (۱۲ : ۴۲)	عزیزِ مصر سے میرا ذکر کر دینا۔

اگر وہ عزیزِ مصر سے ذکر کر دیتا تو عجب نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو جلد رہائی مل جاتی۔ لیکن شیطان نے بھلا دیا اور اُسے یاد نہ رہا:

فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ۔ (۱۲ : ۴۲)	شیطان نے اس پر نسیان طاری کر دیا اور وہ اپنے آقا سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔

اسی طرح سورۂ انعام میں فرمایا:

وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (۶ : ۶۸)	اور اگر شیطان تجھ پر نسیان طاری کر دے، تو پھر جب بھی تجھے یاد میں آجائے تو اس کے بعد ظالمین کے ساتھ ہم مجلس نہ ہونا۔

اصل یہ ہے کہ نیکی کا سرچشمہ اللہ کی یاد اور اس کا ذکر ہے۔ قوتِ شیطانی اس ذکر کو بھلا دیتی ہے اور ہر کام جو نیک اور صالح ہوتا ہے اُس کے لئے نسیان و ذہول طاری ہو جاتا ہے۔

اس سے قبل "حزب الشیطان" کا ذکر آچکا ہے جو اولیاء الشیطان کی جماعت کا نام ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے خدا نے فرمایا کہ:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ، أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ۔ (۵۸ : ۱۹)	شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے، پس انہوں نے خدا کے ذکر کو بھلا دیا ہے۔ یہی لوگ "حزب الشیطان" ہیں۔

آیتِ بالا میں "نسیانِ شیطانی" کا ذکر گیا ہے اور اس آیت میں بھی حزب الشیطان کے لئے "نسیانِ ذکر" کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے

هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ (۹ : ۶۷)

انہیں بھلادیا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ منافق ہی ہیں جو سخت فاسق ہیں ۔

حالانکہ مومنوں کا حال یہ ہے :

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (۹ : ۷۱)

برخلاف منافقوں کے مومن مرد اور مومن عورتوں کا حال یہ ہے کہ نیک کاموں میں ایک کا ساتھی ایک ہے نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں صلوٰۃ الٰہی کو قائم کرتے ہیں، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں، غرضکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ ان پر عنقریب اللہ رحم کریگا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ عزیز و حکیم ہے ۔

پہلی آیت میں " منافق " کا لفظ فرمایا۔ نفاق ایمان کے مقابلے میں اور کفر اسلام کے مقابلے میں قرآن کی اصطلاح ہے۔ پس یہ اُن لوگوں کا حال ہے جو مومنوں کے ضد و مخالف ہیں، اور مومنوں کا دوسرا نام " اولیاء اللہ " ہے ۔

فرمایا کہ : نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ " انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے اس لئے وہ بھی بھلا دئے گئے ۔

نسیان ذکر الٰہی

اللہ اور اُس کے ذکر کو بھلانا ایک حقیقی شیطانی عمل ہے۔ ہر جگہ قرآن حکیم میں نسیان و ذہول کو شیطان کی طرف نسبت دی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بحری معلّم کی تلاش میں جب نکلے اور دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر مچھلی بھول آئے تو اُن کے ساتھی نے کہا :

وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ (۱۸ : ۶۳)

شیطان نے مجھ پر نسیان طاری کر دیا ۔

کو قتل کرے اور اس کے فساد و طغیان سے ارضِ الٰہی کو پاک کر دے کیونکہ اُس کے ایک ہی آقا اور خداوند نے حکم دیا ہے :

فَقَاتِلُوٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطَانِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا ۔ (۴ : ۷۵)	شیطان کے دوستوں اور پجاریوں کو قتل کرو۔ شیطان کے مکر و فساد خواہ کتنے ہی قوی اور مہیب نظر آئیں، لیکن اللہ کے ولیوں کے سامنے بالکل ضعیف و بے طاقت ہیں ۔

سزائے قتل کا جواز

اور ایسا کرنا قتل و خونریزی نہیں بلکہ عین صلح و اصلاح اور امن و نظام ہے۔ کیونکہ فساد و ظلم کے روکنے کے لئے جو شخص خون بہاتا ہے، وہ دنیا کا حقیقی مصلح و محسن ہے، کیونکہ اُس نے ایک جماعت کا خون بہا کر تمام عالم کو زندگی بخش دی۔ اور جو شخص ظلم و فساد کو زندگی بخشتا ہے، وہی دُنیا کا دشمن اور انسانیت کا عدو ہے، کیونکہ چند انسانوں کی خاطر تمام انسانوں سے دشمنی کر رہا ہے :

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَّآ اُولِي الْاَلْبَابِ ۔ (۲ : ۱۷۹)	اور قتل کے بدلے قتل کرنے میں اے صاحبانِ عقل! تمہارے لئے زندگی ہے۔

کیونکہ ایک کو قتل کر کے اُس کے شر و ظلم سے تم نے تمام دنیا کو نجات دلا دی ۔

نیز فرمایا کہ :

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۔ (۸ : ۳۹)	اور اولیاء الشیطان کو قتل کرو، یہاں تک کہ دُنیا میں فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ ہی کا قائم ہو جائے ۔

ظلم و عدوان

اولیاء الشیطان کا بھی کام یہی ہوتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو

کہ جن منافقین و منافقات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، وہ وہی حزب الشیطان ہے:

یہی لوگ انجام کار خسارے میں ہونگے۔	اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

مقاصدِ احزاب الشیطان

غرضکہ اولیاء الشیطان اور حزب ابلیسی کا کام دُنیا میں یہ ہوتا ہے کہ امر بالمعروف والعدل کے مقابلے میں امر بالمنکر والافساد کریں اور نہی عن المنکر کی جگہ نہی عن المعروف کریں:

(پھر) کیا ایسا شخص اور وہ مومن مخلص اپنے کاموں میں برابر ہو سکتے ہیں جو دُنیا کو عدل کا حکم دیتا اور خود بھی صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے؟	هَلْ يَسْتَوِىْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۶ : ۷۶)

اور چونکہ دونوں جماعتوں کی تعلیم اور دعوت ایک دوسرے کی ضد اور مخالفت میں ہوتی ہے، پس ہر اعلان صداقت و دعوت الی اللہ کے موقع پر دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہو جاتی ہیں۔ ایک صف کے ہاتھ میں امر بالعدل والمعروف کا علمِ صلح و اصلاح ہوتا ہے۔ دوسری صف کے اوپر مکر و فساد و فواحش و منکرات کا جھنڈا لہراتا ہے۔ ایک سے امر بالمعروف و دعوت الی اللہ کی صدا اٹھتی ہے، دوسرے سے امر بالمنکر و دعوت الی الشیطان کی منادی بلند ہوتی ہے۔ ایک اللہ کی راہ میں اپنا خون بہاتا اور حق کے لئے جہاد کرتا ہے، دوسرا شیطان کی راہ میں لڑتا اور ظلم کے لئے قتال کرتا ہے:

مومن اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور صاحبانِ کفر شیطان اور اُس کے خلفاء و مظاہر کی راہ میں۔	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (۴ : ۷۶)

مقاصدِ حزب اللہ: پس مومن اور اللہ کا ولی وہی ہے جو شیطان کے ولیوں

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ، وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (۴ : ۶۹)	اپنے انعامات سے سرفراز کر دیا ہوا ہے اور وہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی جماعت ہے اور ان لوگوں کا ساتھ کیا ہی اچھا ساتھ ہے۔

فصل ۸

ارتقائے روحانی

تمہید

(یہ مضمون یہاں ختم ہو گیا تھا، لیکن اثنائے مضمون میں ارتقائے روحانی کا تذکرہ آیا ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب تھانوی نے یہ استفسار فرمایا تھا کہ اس ارتقائے روحانی سے مقصود کیا ہے؟ حضرت مولانا نے پھر اس موضوع پر ایک مختصر مضمون لکھا۔ چونکہ اسے اصلی مضمون سے خاص تعلق ہے بلکہ وہ اسی درخت کی ایک شاخ اور اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس لئے ہم اسے بھی یہاں درج کرتے ہیں)۔

مولوی محمد عمر صاحب تھانوی کا سوال

صحیفۂ الھلال میں سالِ جدید سے جو سلسلۂ مقالاتِ افتتاحیہ کا بعنوان "اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان" شروع ہوا تھا، اُس مضمون کے ایک خاص حصہ کے متعلق کسی قدر مزید شرح و تفصیل کا بھی طالب ہوں۔ مضمون کے دوسرے نمبر میں جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "اولیاء اللہ سے مقصود کوئی خاص مصطلحہ جماعت نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے، بلکہ قرآنِ کریم تمام مومنین صادقین کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارتا ہے۔ البتہ جو لوگ تزکیۂ نفس اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ تقرب الی اللہ

عدل و معروف کا وعظ کرتے ہیں اور اس کی منادی بلند کرتے ہیں:

وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ۔ (۳ : ۲۱)	وہ ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و نصاف کا حکم دیتے ہیں۔

پس ضرور ہے کہ داعیانِ حق و عدل کے ہاتھوں وہ بھی قتل کیے جائیں:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ۔ (۲ : ۱۹۴)	جو تم پر زیادتی کرے، تم بھی اسی طرح اور اسی قدر اس پر زیادتی کرو تا کہ ظلم و عدوان اللہ کے بندوں کو نیست و نابود نہ کرے۔

اولیاء اللہ سے مقصود

لیکن واضح رہے کہ "اولیاء اللہ" سے قرآن کریم کا مقصود کوئی خاص مصطلحہ جماعت "اولیاء اللہ" کی نہیں ہے، بلکہ ہر مومن صادق جس نے شیطانی قوتوں سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے اور اللہ اور اُسکے رسول کے احکام کی اطاعت کرتا ہے، وہ اللہ کے اولیاء اور دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کا اِن آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

خاتمہ

البتہ اولیاء اللہ کے مقامات و مدارج کے خاص خاص مقامات ضرور ہیں، اور کتاب و سنت سے ایسے مقامات کا پتہ چلتا ہے جو ایمان اتمی اور ذہاب الی اللہ کے انتہائی مراتب ہیں۔ احادیث صحیحہ علی الخصوص صحیح بخاری کے کتاب التواضع کی حدیث "ولی" میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو "محدَّث" فرمانا اسی کے ایک مرتبہ اعلیٰ کی صراحت تھی۔ لیکن اس کی تشریح کا یہاں موقع نہیں۔ اولیاء اللہ کے مدارج اس مشہور آیۂ شریفہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں کہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ	جس شخص نے اللہ اور اُس رسول کی اطاعت کی اُس کے ساتھی وہ لوگ ہونگے جن کو اللہ نے

انسانیہ تک اس کا ارتفاع ہو جاتا ہے "اور یہی "صراطِ مستقیم" اور "دینِ قیم" کا آخری مرتبہ ہے۔

ذہاب الی اللہ وذہاب الی الشیطان

اسی طرح اولیاء الشیطان بھی جس قدر اپنے مرکزِ شقاوت و خباثت سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور اُن کی روح کو مقامِ ایمان باللہ وذہاب الی اللہ سے بُعد ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی کفر و نفاق اور فسق و عدوان میں بھی ترقی کرتے جاتے ہیں، اور اسی ترقی کی نسبت سے اُن کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں۔ پہلا گروہ اللہ کی طرف بڑھتا ہے، اس لئے اس کو الٰہی منزلیں پیش آتی ہیں اور اُن راہوں میں سے ہو کے گزرتا ہے جو اللہ کے دوستوں کی راہیں ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ کا رُخ قوائے شیطانیہ کی طرف ہوتا ہے، اس لئے اُسے ابلیسی منزلیں پیش آتی ہیں اور اُن راہوں کو اختیار کرتا ہے جو شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کی راہیں ہیں۔ پس اولیاء اللہ جس قدر اللہ سے محبت کرتے اور غیر اللہ سے کٹنے میں ترقی کرتے جاتے ہیں، اُتنا ہی مدارج الی اللہ میں بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ اِسی طرح اولیاء الشیطان یا اصحاب النار جس قدر شیطان سے عشق کرتے اور اس کے لئے اور اس کے کاموں کے لئے خدا کو چھوڑتے اور خدا کے کاموں سے دشمنی کرنے میں دلیر اور جری ہوتے جاتے ہیں، اُتنا ہی ذہاب الی الشیطان میں اُن کے ابلیسی مراتب کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے:

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا۔ (۴/۱۲۰)

جسمانی و روحانی ترقی

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کے جسم کی ترقی اور تکمیل کے لئے دُنیا میں "قانونِ ارتقاء" جاری ہے اور اُس نے ایک رینگنے والے کیڑے کو ترقی دیکر بتدریج انسانی جسم

کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہ ارتقائے رُوحانی کے ماتحت مختلف مدارج و مراتب میں سے گزرتے ہیں، اور آیہ: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ الخ میں انہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن گزارش ہے کہ "ارتقائے روحانی سے مقصود کیا ہے اور اس کا ذکر قرآنِ کریم میں کیونکر کیا گیا ہے؟

جواب از مولانا ابوالکلام آزاد

رمضان المبارک اور جنگِ یورپ کی وجہ سے مقتضیاتِ وقت بدل گئے اور مقالاتِ افتتاحیہ کی جگہ دوسرے مضامین نے لے لی، اس لئے سلسلہ "اولیاء اللہ" غیر مکمل رہ گیا۔ اب باب التفسیر کے سلسلے میں اسے بعنوانِ اکمل واحسن پورا کرنے کی کوشش کرونگا۔

جنابِ نے "ارتقائے روحانی" کے متعلق سوال کرکے ایک بہت ہی طولانی بحث چھیڑ دی ہے جو بغیر ایک مستقل و مبسوط مضمون کے ممکن نہیں۔ مختصراً چند اشارات پر اکتفا کرونگا۔

مدارج بلحاظ اعمال

قرآنِ کریم کے مطالعہ وتدبّر سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں اور بلحاظ اپنے اعمال و خصائص اور تعلق و نسبت کے یہ دونوں جماعتیں ایمان و نفاق، اسلام و کفر اور تقویٰ و فسق میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔

دینِ قیّم کا مرتبہ

"اولیاء اللہ" کا گروہ جس قدر محبّت الٰہی اور انقطاع ماسوی اللہ میں ترقی کرتا ہے اتنا ہی اس کے اعمال میں اخلاقِ الٰہی اور نورِ ربّانی کا ظہور بھی ترقی کرتا ہے اور اُس کی رُوح فیضانِ الٰہی سے نزدیک تر ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تکمیلِ مرتبۂ

ولایت اور دوستی اپنے اونچے مرتبوں اور مقاموں تک بلند ہو جائے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (۳۵ : ۱۱)	کلماتِ طیبہ وصالح اللہ ہی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور وہ عمل صالح کرنے والوں کو ارتفاع بخشتا ہے۔

تکمیلِ انسانیت

اس آیہ کریمہ میں دو چیزیں بیان کی ہیں: "کلم الطیب" اور "عمل صالح"۔ پس انسانیت کی تکمیل اور ارتقاء کی بنیاد بھی یہی دو چیزیں ہیں۔ "کلم الطیب" سے مقصود ایمان باللہ ہے، اور "عمل صالح" سے مقصود انسان کے وہ تمام کام جو صحت واصلاح اور عدل وحقیقت کے مطابق ہوں، فرمایا کہ ایمان باللہ صعود کرتا اور بلند ہوتا ہے اور عملِ صالح کو خدا اونچے درجوں تک لے جاتا ہے۔

قرآنی ارتقاء

یہی ارتقاءِ روحی ہے جس کو قرآن کریم نے "نعمت" اور "انعام" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور اپنے فاتحۃ الکتاب میں (کہ تمام قرآن اسی متن کی شرح ہے) مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)	خدایا! ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا، وہ صراطِ مستقیم جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے انعام کیا۔

"تو نے انعام کیا" یعنی جن اولیاء اللہ کو مقامِ اطیبہ ومنازلِ ربانیہ میں ارتقاء وصعود کی تو نے توفیق دی۔ دوسری جگہ اِن لوگوں کی نسبت صاف صاف تصریح کردی ہے، اور ارتقاءِ روحانی کے چار درجے بتلا دئے ہیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

وشکل کے حسن و جمال تک پہنچا دیا ہے، تو پھر انسانی روح کی ترقی و تکمیل کے لئے کیوں کوئی قانونِ ارتقاء تسلیم نہیں کرتے، اور کیوں انسان کی معنوی زندگی کو ادنیٰ مرتبہ سے اُٹھا کر اعلیٰ مراتب حیات الٰھیہ تک پہنچنے نہیں دیتے؟

قانونِ ارتقاءِ نبویؐ

فی الحقیقت وہ "قانونِ ارتقاء" جو لامارک، ہلیر، ابن مسکویہ اور ڈارون نے دریافت کیا ہے، صرف مخلوقات کے جسم ہی تک محدود ہے۔ وہ کچھ نہیں تبلاتا کہ ارتقاء کی یہ زنجیر ہیکلِ انسانی کی کڑی تک پہنچ کر پھر کہاں چلی جاتی ہے، اور اس کے بعد بھی ارتقاء کے مدارج باقی رہتے ہیں یا نہیں؟ لیکن وہ قانونِ ارتقاء جسے محمد رسول اللہ نے دریافت کیا (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ بتلاتا ہے کہ بلاشبہ انسانیّت کے مرتبہ تک پہنچنے کے بعد "ارتقاءِ جسمی" تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اس کے بعد ایک "ارتقاءِ روحانی" کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور جسمِ حیوانی کو انسان کا ہیکل اختیار کرنے کے بعد بھی انسان بننے کے لئے بہت کچھ بننا اور ترقی کرنا باقی رہتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔

(۵۸ : ۱۱)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں نے علمِ حق حاصل کیا، سو اللہ تعالیٰ اُن کے مدارج کو ترقی دیتا ہے اور ارتفاع بخشتا ہے۔

ارتقاءِ انسانی

یہی مدارج ہیں جو اولیاء اللہ اور اصحاب الجنّۃ کے ذہاب الی اللہ کی مختلف منزلیں ہیں۔ ایمان باللہ اور محبتِ الٰہی اس ارتقاءِ روحانی کی اصل ہے، اور ارتقاءِ انسانی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان و ایقان ترقّی کرے، اور اللہ کی

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

بسلسلۂ اشاعت و ترویج

(۱) **الفرقان بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان**۔ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ قیمت ۸ر

(۲) **حقیقت الصلوٰۃ**۔ نماز جیسے اہم دینی فرض، جس کی پابندی میں ہر مسلم کو دن میں پانچ مرتبہ خدائے برتر و توانا کے دربار میں حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے، اس کی حقیقت منکشف کرنے کے لئے بس مولانا ابوالکلام آزاد ہی کا خامہ گوہر ریز بس کرتا ہے۔ قیمت ۴ر

(۳) **ایلاء و تخییر**۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مخصوص انداز میں واقعہ ایلاء (رسول صلعم کا اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک علیحدگی اختیار کرنا)، واقعہ تخییر (ایک ماہ تک وحی الٰہی کا بند ہونا)، اور سورۂ تحریم کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ یہ کتاب تفسیر، حدیث اور تاریخ کی ایک نفیس مشترک بحث ہے۔ معترضین کے لئے جواب مسکت ہے۔ قیمت ۸ر

(۴) **الحرب فی القرآن**۔ جنگ کے متعلق مختلف ارباب خیال کی مختلف رائیں رہی ہیں۔ ایک طبقہ نے اسے از سر تا پا شر سمجھا، اس لئے کہ اس میں تباہی، بربادی اور نوع کشی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں سے بڑھ کر کائنات انسانیت کے لئے کوئی لعنت بھی نہیں ہو سکتی۔ دوسرا طبقہ اسے نوع بشر میں مردانگی، ہمت، جرأت، دلیری اور اسی قسم کے دوسرے اخلاق فاضلہ کی تخلیق، تربیت اور پرورش کیلئے ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن جنگ شر ہو یا خیر، نیکی ہو یا بدی، اس سے غالباً کسی کو انکار نہیں کہ دنیا میں جنگ کا وجود ابتدا سے چلا آتا ہے اور آخر تک چلا جائیگا۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ قرآن حکیم سے اس کی حقیقت واضح کر دی ہے، اور دکھلا دیا ہے کہ جاہلیت میں لوگ جنگ کو کیا [illegible] تھے اور انہوں نے اس کا کیسا نمونہ پیش کیا؟ اور پھر اسلام نے آکر اس کے تمام نقائص و مفاسد مٹا کر کس طرح اسے ناگزیر مواقع پر کس درجہ کم مضرت رساں بنا دیا ہے؟ مبحث حرب پر قرآنی نقطہ خیال سے یہ کتاب نہایت بے نظیر مرقع ہے۔ قیمت ۱۰ر

(۵) **افسانۂ ہجر و وصال**۔ جو مسلمانوں کی غفلت شعاری پر ایک آہنی ضرب، خفتگانِ غفلت کے خفتوں کیلئے برق و صاعقہ، مردہ دلوں کے لئے حیات تازہ، پُر آشوب زمانہ کے متوالوں کی دل شکستگیوں کی عقدہ کشائی، غافل و محزون قلبوں کیلئے حقیقی بیداری کا ساز و سامان، حقیقی تڑپ، اور گم گشتہ راہ لوگوں کیلئے اصلی راہ نجات کا حق رکھتا ہے، اور از سر نو کارساز حقیقی کی عبودیت اختیار کرنا، باطل پرستی سے بچا کر حق پرستی اور عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے۔ از خامہ مولانا ابوالکلام قیمت ۴ر

علاوہ ازیں بکثرت نئی کتابیں زیر طباعت ہیں۔ آپ مستقلاً اس سلسلہ میں اپنا نام درج رجسٹر کرا لیں تا کہ ہر کتاب چھپتے ہی آپکو پہنچ جایا کرے

مطابع غیر کی مطبوعات:۔ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد قیمت مجلد ۸ر۔ رہنمائے حریت ۵ر۔ تفسیر سورہ التین ۴ر۔ مکمل بیان ۴ر۔ عزیمت و دعوت ۴ر۔ ترجمان القرآن جلد اول ؏ دوم ؏۔ رمضان المبارک ۲ر۔ عید الضحیٰ ۳ر

الہلال بسلسلہ جدید یعنی ۱۹۲۷ء کی مکمل فائل۔ قیمت دس روپے (عہ)۔ اسلام اور میشلزم ۶ر

الہلال قدیم کے بعض متفرق پرچے بھی دوگنی قیمت پر مہیا ہو سکتے ہیں۔

مینیجر الہلال بک ایجنسی فاروق گنج بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ، وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ (۴ : ۶۹)

مدارجِ ارتقائے روحانی

اِس آیہ کریمہ میں صاف صاف بتلادیا ہے کہ اس ارتقارِ روحانی کے چار درجے ہیں جو اوپر سے شروع ہوتے ہیں :

(۱) نبوّت ۔ (۲) صداقت ۔

(۳) شہادت ۔ (۴) صالحیّت ۔

پس یہ ارتقاء عملِ صالح کے درجے سے شروع ہوتا ہے اور مقامِ نبوت کے فیضان پر ختم ہوجاتا ہے ۔" اولیاء اللہ" جس قدر اعمالِ حسنہ اور تزکیۂ نفس و اتقاء میں ترقی کرتے ہیں، اُتنا ہی مقامِ نبوت کے انوار و تجلیات سے بہرہ اندوز ہوتے جاتے ہیں ۔

صحیح بخاری کی حدیث " ولی " میں اِسی طرف اشارہ ہے، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اِس ارتقاء کے مرتبۂ " محدّث " کی خبر دی گئی، تصریحاتِ کتاب و سنّت اس بارے میں بے شمار ہیں ۔ منتظر رہیئے تاکہ ایک مستقل مضمون لکھنے کی مہلت ملے ۔ اس بارے میں اس عاجز کے سامنے عجیب و غریب اور نادر و اہم بیاناتِ قرآنیہ و تصریحاتِ نبویّہ ہیں، جن کا اظہار بغیر مبسوط بحث و نظر کے ممکن نہیں[۱] ۔

ابوالکلام

تمّت

---

[۱] یہ سلسلۂ مضامین بھی علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہو رہا ہے ۔ انتظار کیجئے !

(مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور ۔ باہتمام منشی کرامت علی مینجر)